ڈاکٹر خورشید احمد فارق

عمر فاروقؓ کا اجتہاد

جس وقت رسول اللہؐ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو عمر فاروقؓ کی عمر بیس سال اور رسول اللہؐ کی چالیس سال تھی۔ اعلانِ نبوت کے پانچ سال بعد جب وہ مسلمان ہوئے اس وقت ان کی عمر پچیس سال تھی۔ اسلام سے پہلے ان کی سب سے نمایاں صفت کی ہمارے مورخوں نے ان الفاظ میں نشان دہی کی ہے "کان رجلا ذا شکیمۃ لا یرام ما وراء ظہرہ" وہ بنک آدمی تھے ان کی حمایت میں آنے والے کو کوئی نقصان پہنچانا ممکن نہ تھا۔ کسی بات پر اڑ جانے تو اس سے ہٹائے نہ ہٹتے تھے۔ جس بات کو درست سمجھتے اس پر سختی سے جمے رہتے اور کسی دباؤ یا دھمکی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اور دوسرے اکابر قریش اسلام کو ایک خطرناک انقلاب تصور کرتے تھے جس کا مقصد ان کی روایتی زندگی کو درہم برہم کر کے ایک نیا اور غیر مانوس معاشرہ قائم کرنا تھا۔ جس کے عقائد و مقاصد ان کے عقائد و مقاصد سے متصادم تھے۔ اسلام دشمنی کی دوسری اور شاید موثر وجہ یہ تھی کہ حال ہی میں ان کے چچا زاد بھائی زید بن عمرو بن نوفل نے بھی توحید کا جھنڈا بلند کیا تھا جس سے سارے خاندان میں ناراضگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ مروجہ اوہام پرستی کے خلاف زید کا جوش توحید اور اصلاح اتنا بڑھا کہ عمر فاروقؓ کے والد خطاب نے جو زید کے چچا اور بجائے باپ تھے۔ اس ڈر سے کہ کہیں گھر والے زید کے رنگ میں نہ رنگ جائیں ان کو مکہ سے نکال دیا اور ان کے پیچھے بدمعاش لگا دیے جو ان کو ستاتے اور گھر نہ آنے دیتے۔[1] نوجوان عمرؓ نے باپ اور دیگر اعزا کو توحید کے خلاف دیکھا تو وہ بھی اس کو

---

(1) سیرۃ رسول اللہؐ، ابن ہشام مصر ۱/۲۴۷

بڑا سمجھ کر اس کی مخالفت کرنے لگے اور جب محمدؐ بن عبداللہ یہی مشن لے کر آئے تو عمرؓ بھی ابوجہل اور دوسرے مخالفوں کی صف میں آ کھڑے ہوئے۔

عمر فاروقؓ قدآور اور بھاری بھرکم آدمی تھے۔ بڑے جوشیلے اور مستعد۔ جب ان کے بھائی بہن مسلمان ہو گئے اور خود ان کی بھی سمجھ بوجھ بڑھی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام سے پہلے ان کے جوش اور رعب کو دیکھ کر رسول اللہؐ دعا مانگا کرتے: مالک، عمر اور ابوجہل میں تجھ کو جو زیادہ پسند ہو اس کو اسلام کی توفیق عطا کر۔

عمر فاروقؓ کا اسلام بڑا اہم واقعہ تھا۔ اس وقت اسلام کی مہم کو قریب پانچ سال ہو چکے تھے۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد چالیس پچاس سے زیادہ نہ تھی۔ ان میں زیادہ تر غلام اور مفلوک الحال لوگ تھے۔ قریش کی عداوت اتنی سخت ہوتی جا رہی تھی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو وطن چھوڑ کر سمندر پار ملک حبش جانا پڑا۔ رسول اللہ کے لیے عوام میں تبلیغ کرنا ناممکن تھا، اور مسلمان کھل کر نہ تو عبادت کر سکتے تھے نہ اظہار اسلام۔ ان کو خانۂ کعبہ کا طواف کرنے یا اس میں داخل ہونے تک کی اجازت نہ تھی۔ مکہ کے زمین و آسمان عداوت پر کمربستہ تھے۔

عمر فاروقؓ کے اسلام سے عداوت کی گھٹائیں تو نہیں چھٹیں بلکہ اور زیادہ گاڑھی ہو گئیں لیکن اسلام پر درماندگی، ہراس اور خوف کے جو بادل تھے وہ کھل گئے۔ وہ دبنگ اور بے باک آدمی تھے۔ جوانی کا طاقتور خون ان کی رگوں میں تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف پچیس سال تھی۔ وہ اسلام کی درماندگی کو برداشت نہ کر سکے۔ مشرک کی حیثیت سے جو شخص دباؤ اور دھمکی کو خاطر میں نہ لاتا تھا، موحد کی حیثیت سے وہ دب کر کیسے رہتا۔ انہوں نے برملا اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ قریش کے کچھ لوگوں کو اتنا غصہ آیا کہ وہ ان کو مارنے کھڑے ہو گئے۔ عمر فاروقؓ نے بھی آستینیں چڑھائیں ان کے ماموں آ گئے اور انہوں نے بھانجہ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ عربی نظام زندگی میں اس پناہ کا مطلب یہ تھا کہ نہ تو کوئی دوسرا ان کو کوئی گزند پہنچا سکتا تھا اور نہ یہ خود کسی پر دست درازی کر سکتے تھے۔ عمر فاروقؓ کے اسلام سے قریش کا اشتعال بڑھ گیا۔ اور ہر اس مسلمان کو جس پہ ان کا

بس چلتا مار تے، ستاتے اور اذیتیں پہنچاتے ۔ عمر فاروقؓ نے یہ دیکھا تو انھوں نے ماموں سے کہا کہ میں آپ کی پناہ کے حصار میں نہیں رہ سکتا۔ میرے لیے ناممکن ہے کہ میں مسلمانوں کو پٹتا اور ذلیل ہوتا دیکھوں ۔ پناہ سے نکل کر انھوں نے پھر آستینیں چڑھا لیں ۔ اور جس مسلمان کو مارا جاتا۔ اس کی طرف سے لڑتے اور تشدد کا مقابلہ تشدد سے کرتے ۔ ایک صحابی کہتے ہیں: "جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کی خفیہ دعوت ختم ہوگئی اور وہ پردہ سے باہر آگیا۔ ہم ٹولیاں بنا کر خانہ کعبہ کو جاتے اور طواف کرتے اور جو ہمارے ساتھ سختی یا بدتمیزی سے پیش آتا اس کا جواب دیتے ۔"(۱)

آٹھ سال بعد رسول اللہؐ نے اشاعتِ اسلام کے لیے مدینہ میں حالات سازگار دیکھ کر مکہ چھوڑا۔ اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمان قریش کے ڈر سے ظاہرا شہر نہیں چھوڑ سکتے تھے ۔ یہ صرف عمر فاروقؓ تھے جنھوں نے اعلان کر کے ہجرت کی ۔ علیؓ بن ابی طالب کہتے ہیں: "جہاں تک مجھے معلوم ہے عمرؓ کے سوا سارے مسلمانوں نے خفیہ طور پر ہجرت کی ۔ جب عمرؓ ہجرت کرنے لگے تو انھوں نے کمر سے تلوار باندھی ۔ کندھے سے کمان لٹکائی اور ہاتھ میں تیر لیے خانہ کعبہ آئے جس کے صحن میں اکابر قریش باتیں کر رہے تھے ۔ پھر انھوں نے کعبہ کے سات طواف کیے اور مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد وہ فرداً فرداً ہر قریشی کے پاس گئے اور بولے: "تمھاری صورتیں مسخ ہوں ۔ تم میں سے جو اکلوتا اپنی ماں کو موت کا داغ دینا چاہتا ہو، اپنے لڑکے کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہو وہ مکہ کے باہر مجھے ملے ۔"(۲)

عمر فاروق کی سیرت کی ان چند جھلکیوں سے قارئین کو ان کی خصوصی صفات کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔ یعنی وہ بڑے بے باک اور جوشیلے آدمی تھے ۔ اس جوش و بے باکی کو وہ اسلام سے پہلے شخصی و خاندانی اغراض کے لیے استعمال کرتے تھے ۔ اسلام کے بعد انھوں نے ان کو مسلمانوں کے مفاد کے لیے استعمال کیا ۔ یہ دونوں صفتیں اب نفسانی کدورتوں سے پاک ہوگئیں ۔ ان میں خلوص کا نکھار اور جمال پیدا ہوگیا

---

(۱) طبقات ابن سعد، طبع لائڈن ۳/ ۱۹۳ (۲) تہذیب الاسماء نووی، طبع یورپ ۱/ ۲۵۰-۲۵۱

ان دو کے علاوہ عمر فاروقؓ "کرید اور نقد" کی دو مزید صفتوں سے متصف تھے۔ جس میں یہ دو صفتیں ہوتی ہیں وہ مجتہد بنتا ہے اور عمر فاروقؓ بھی مجتہد تھے۔

عمر فاروقؓ کے اجتہاد پر مذکورہ صفات خلوص، جوش، بیباکی، کرید اور نقد کی چھاپ تھی۔ یعنی یہ صفات انفرادی یا مجموعی اعتبار سے ان کے اجتہاد پر اثر ڈالتے تھے۔ آسانی کے لیے ہم ان کے اجتہاد کو تین حصوں میں تقسیم کر کے بیان کریں گے۔ پہلے کا تعلق رسول اللہؐ کے عہد سے ہے۔ دوسرے کا ابوبکر صدیقؓ کے عہد سے، اور تیسرے کا خود ان کے ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت سے۔

عمر فاروقؓ کا اجتہاد رسول اللہؐ کے عہد میں

عمر فاروقؓ رسول اللہؐ کے مقرب ترین ساتھیوں میں سے تھے۔ جنگ ہوتی یا صلح، حضر ہوتا یا سفر وہ ہر حال میں ان کے ساتھ رہتے اور ان کے سارے معاملات سے گہری دلچسپی لیتے۔ جب رسول اللہؐ صحابہ سے مشورہ کرتے تو عمر فاروقؓ پیش پیش ہوتے اور مشورہ نہ کرتے تب بھی وہ اپنی صوابدید سے ان کو مطلع کرتے۔ یوں تو رسول اللہؐ اپنی شان کے مطابق بڑا ہوتا یا چھوٹا، شریف ہوتا یا وضیع۔ سب کی ہی دلداری کیا کرتے اور سب ہی کے ساتھ احترام سے پیش آتے لیکن عمر فاروقؓ کے جوش، خلوص اور بے باکی کے وہ بڑے قدردان تھے اور معاملاتِ اسلام میں ان کی گہری دلچسپی اور کرید کی وجہ سے ان کا خاص لحاظ کرتے۔

کبھی ایسا ہوتا کہ عمر فاروقؓ کسی بات پر نکتہ چینی کرتے تو رسول اللہؐ نرمی سے اس بات کی حکمت سمجھا کر ان کو مطمئن کر دیتے۔

مثال

۶ھ کے اواخر میں ڈیڑھ ہزار آدمیوں کے ساتھ رسول اللہؐ حج اصغر (عمرہ) کرنے مکہ روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ اکابر قریش جنگ کے لیے تیار بیٹھے ہیں اور انہوں نے طے کیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں نہیں داخل ہونے دیں گے۔ رسول اللہؐ نے اپنے سفیر مکہ بھیجے اور

کہلایا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ۔ ہم زیارت بیت اللہ کرنے آئے ہیں ۔ اکابر قریش نے کہا کہ ہم اس سال زیارت بھی نہیں کرنے دیں گے ۔ باہمی گفتگو سے دونوں فریق دس برس تک جنگ و قتال سے محترز رہنے کا معاہدہ کرنے کو تیار ہو گئے ۔ معاہدہ کی ایک دفعہ یہ تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی مکہ سے مدینہ چلا جائے گا تو رسول اللہؐ اس کو واپس کر دیں گے لیکن اگر مدینہ کا کوئی مسلمان مکہ والوں سے جا ملے گا تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا ۔ یہ دفعہ خاص طور پر مسلمانوں کو شاق گزری ۔ اس کو انھوں نے شرک کی فتح اور توہین اسلام کے مترادف سمجھا ۔ عمر فاروقؓ ناک بھوں چڑھائے ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور بولے : "کیا محمدؐ رسول اللہ نہیں ہیں ؟ ابوبکر صدیقؓ : کیوں نہیں ۔ عمر فاروقؓ : کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ؟" ابوبکر صدیقؓ : کیوں نہیں ۔" عمر فاروقؓ : کیا قریش مشرک نہیں ؟ ابوبکر صدیقؓ : کیوں نہیں ۔" عمر فاروقؓ : پھر ہم دب کر یہ معاہدہ کیوں کر رہے ہیں ؟ ابوبکر صدیقؓ : عمر ان کے ساتھ چلتے رہو ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ رسول اللہ ہیں ۔" عمر فاروقؓ رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا : کیا آپ رسولِ خدا نہیں ہیں رسول اللہؐ : کیوں نہیں ؟" عمر فاروقؓ : کیا ہم مسلمان نہیں : رسول اللہؐ : کیوں نہیں ۔" عمر فاروقؓ : کیا قریش مشرک نہیں ؟" رسول اللہؐ : کیوں نہیں ۔" عمر فاروقؓ : تو پھر ہم دب کر معاہدہ کیوں کر رہے ہیں ؟ رسول اللہؐ : میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں ، اطمینان رکھو ، میں ہرگز اس کی مرضی کے خلاف نہیں جاؤں گا اور وہ ہرگز میرے مفاد کو نقصان نہیں پہنچائے گا ۔"(۱)

۲ ۔ کبھی ایسا ہوتا کہ عمر فاروقؓ رسول اللہ کے کسی فعل پر اعتراض کرتے تو آپ وہ فعل ترک کر دیتے اور ان کا دل رکھنے کے لیے کہتے : ۔ إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ ۔

مثالیں

صحابی ابوہریرہؓ : ہم صحابہ کی ایک ٹولی میں رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے تھے ۔ ان میں ابوبکرؓ اور

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ، ۳ / ۳۶۷

عمرؓ بھی تھے۔ رسول اللہؐ اٹھ کر چلے گئے اور دیر تک نہ لوٹے۔ ہمیں ان کی طرف سے فکر ہونے لگی۔ میں ان کو تلاش کرنے نکلا اور بنو نجار (خزرج) کے پاس پہنچا۔ میں نے باغ کا چکر لگایا لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہیں ملا۔ پانی کی ایک نالی مجھے نظر آئی جو باہر کے ایک کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی۔ میں نے نالی گہری کی اور اس میں سے ہو کر باغ میں چلا گیا۔ وہاں رسول اللہؐ موجود تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر پوچھا: کیسے آئے؟" میں نے کہا: آپؐ کو لوٹنے میں دیر ہوئی تو ہم سب پریشان ہو گئے اور میں آپؐ کو تلاش کرنے اس باغ کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح نالی کھود کر اندر آگیا۔ باقی لوگ میرے پیچھے ہیں۔ رسول اللہؐ نے کہا: میرے یہ جوتے لو اور باغ کے باہر تم کو جو شخص سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہتا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ باغ سے نکل کر سب سے پہلے مجھے عمر ملے۔ انہوں نے پوچھا: یہ جوتے کیسے؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہؐ نے دے کر مجھے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سچے دل سے "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دے اس کو جنّت کی بشارت دے دوں۔" عمرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ میرے سینہ پر مار کر مجھے ایسا دھکا دیا کہ میں کولھوں کے بل زمین پر گر پڑا اور کہا: لوٹ جاؤ رسول اللہؐ کے پاس۔" میں لوٹ کر ان کے پاس پہنچا۔ مجھے رونا آرہا تھا۔ پیچھے پیچھے عمرؓ بھی آگئے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا: ابوہریرہ کیا ہوا؟ میں نے کہا: یہاں سے گیا تو مجھے عمر ملے۔ میں نے ان کو وہ بات بتائی جس کے لیے مجھے آپؐ نے بھیجا تھا تو انہوں نے اس زور سے دونوں ہاتھ میرے سینہ پر مارے کہ میں کولھوں کے بل گر پڑا اور کہا لوٹ جاؤ۔ رسول اللہؐ نے عمرؓ سے مخاطب ہو کر پوچھا: عمر تم نے ایسا کیوں کیا؟ عمرؓ: میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ نے اپنے جوتے ابوہریرہ کو دے کر بھیجا تھا اور کہا تھا کہ سچے دل سے جو لا الہ الا اللہ کہے اس کو جنّت کی بشارت دینا؟ رسول اللہؐ نے کہا: ہاں میں نے بھیجا تھا۔ عمرؓ نے کہا: ایسا نہ کیجیے ورنہ لوگ اس شہادت ہی کو کافی سمجھنے لگیں گے، بلکہ ان کو عمل صالح کرنے دیجیے۔ رسول اللہؐ: اچھی بات ہے ان کو عمل صالح کرنے دو۔"[1]

---

(۱) تاریخ عمرؓ بن خطاب ابن جوزی مصر ص۔ ۳۰

۲۔ ہجرت کے پانچویں سال مدینہ کے یہودی اکابر مکہ گئے اور قریش کے لیڈروں سے ملے اور کہا کہ محمدؐ ہمارے اور تمہارے مشترک دشمن ہیں۔ ان کی طاقت بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر ان کو مزید مہلت دی گئی تو وہ ہم سب کا خاتمہ کر دیں گے۔ ہم نے ان سے لڑنے کا عزم کر لیا ہے۔ آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ تعاون کیجیے۔ قریش کے لیڈر مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ مدینہ پر حملہ کا ایک وقت طے کر لیا گیا۔ قریش کو ہموار کر کے یہ یہودی اکابر قبیلہ غطفان کے لیڈروں کے پاس گئے۔ غطفان کے قبیلے نجد کے جنوب مغرب اور مدینہ کے شمال مغرب میں آباد تھے اور اس وقت ان کے دو بڑے لیڈر تھے عُیَینہ بن حصن فزاری اور حارث بن عوف مُرّی۔ یہ بھی مدینہ پر حملہ کے لیے تیار ہو گئے۔ رسول اللہؐ کو یہ خبریں موصول ہوئیں تو انہوں نے مدینہ کے سامنے ایک خندق کھود لی۔ ان کے پاس ڈھائی تین ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ ان کے مقابلہ میں صرف قریش کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ اتحادیوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ منافقوں کی بن آئی اور انہوں نے یاس انگیز باتیں شروع کر دیں۔ بہت سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ کوئی خاص لڑائی تو نہیں ہوئی لیکن مسلمانوں کی غذائی پوزیشن نازک ہو گئی۔ رسول اللہؐ نے حکمتِ عملی سے کام لینا چاہا اور تجویز پیش کی کہ غطفان کے قبائل کو مدینہ کی کھجور کی تہائی اور بقول بعض نصف پیداوار دے کر توڑ لیا جائے۔ عمر فاروقؓ کو اس تجویز میں اسلام کی رسوائی اور مسلمانوں کی توہین نظر آئی۔ انہوں نے رسول اللہؐ سے کہا: کیا اس تجویز کی محرک وحی ہے؟ رسول اللہؐ نے کہا: نہیں یہ میری ذاتی رائے ہے۔ عمر فاروقؓ: "تب تو ہم ان کو کچھ نہ دیں گے اور لڑیں گے۔" رسول اللہؐ نے اپنی تجویز واپس لے لی اور عمر فاروقؓ کی صوابدید پر عمل کیا۔[1]

۳۔ سنہ ۹ھ کے موسم گرما میں رسول اللہؐ مسلمانوں کو لیکر جنوبی شام کی طرف نکلے۔ مدینہ سے شام کا فاصلہ کئی سو میل تھا۔ ان کے اکثر ساتھیوں کے پاس نہ جانور تھے نہ ہتھیار۔ جہاں تک ہو سکا

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ۳/۲۲۹-۲۴۰ و کتاب الاموال قاسم بن سلام مصر ص ۱۶۱

چندہ کے ذریعہ جانور اور ہتھیار فراہم کیے گئے۔ کھانے پینے کا سامان بھی کافی مقدار میں نہ تھا۔ سفر کے دوران ایک مرحلہ ایسا آیا کہ غذا کا توڑا پڑ گیا۔ لوگوں نے رسول اللہؐ سے اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دیدی۔ عمر فاروقؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے جانور ذبح کرنے کی مخالفت کی اور کہا: جانور کم ہو جائیں گے تو سفر اور جہاد کیسے ہوگا۔ وہ رسول اللہؐ سے ملے اور کہا: لوگوں کے پاس کھانے کا جو سامان بچ رہا ہے منگوا لیجیے اور اس کو سامنے رکھ کر خدا سے برکت کی دعا کیجیے، رسول اللہؐ نے عمر فاروقؓ کی تجویز مان لی۔"[1]

۲۔ کبھی جوش میں آکر عمر فاروقؓ کوئی رائے پیش کرتے تو رسول اللہؐ اس کو مان لیتے اور اس کے مطابق آیتیں نازل ہو جاتیں۔ مکہ کے مشہور مفسر مجاہد بن جبیر (متوفی ۱۰۲ھ یا ۱۰۴ھ) کہتے ہیں: کان عمر اذا رأی رأیا یلنزل بہ القرآن جب عمرؓ کوئی رائے قائم کر لیتے تو اس کے مطابق وحی نازل ہو جاتی۔"[2]

مثالیں

۱۔ ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر میں مسلمانوں نے قریش کو شکست فاش دی۔ ان کے ستر آدمی گرفتار ہوئے۔ رسول اللہؐ اور ابوبکر صدیقؓ چاہتے تھے کہ قیدیوں سے خوں بہا لے کر چھوڑ دیا جائے۔ عمر فاروقؓ کا مطالبہ تھا کہ سب کی گردن اڑا دی جائے۔ رسول اللہؐ کی دلیل تھی کہ مسلمانوں کی مالی حالت بے حد خراب ہے خوں بہا لینے سے ان کی مالی مشکلات کم ہو جائیں گی نیز یہ کہ اس نرم برتاؤ سے شاید قریش کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے اور وہ اپنی دشمنی سے باز آجائیں۔ عمر فاروقؓ کی دلیل تھی کہ قریش نے رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے ساتھ جو وحشیانہ برتاؤ کیا ہے اس کے پیش نظر ان کے قیدی کسی نرمی کے مستحق نہیں بلکہ گردن زدنی ہیں اور اگر ان کو چھوڑ دیا گیا تو وہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ رسول اللہؐ نے ابوبکر صدیقؓ کے مشورہ

---

(۱) تاریخ عمر بن خطاب ابن جوزی ص ۳۰ (۲) کنز العمال متقی برہانپوری حیدر آباد دکن ۶/ ۳۴۰ و ۳۲۸

پر عمل کیا اور خون بہا لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ تاہم عمر فاروقؓ اپنی رائے پر قائم رہے اور رسول اللہؐ سے قیدیوں کی رہائی پر احتجاج کرتے رہے۔ بالآخر رسول اللہؐ ان کی رائے سے متفق ہو گئے اور اس کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗٓ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ آیت کا مدعا یہ ہے کہ جب تک اسلام کے پیر نہ جم جائیں اور دشمنوں کا زور نہ ٹوٹ جائے اس وقت تک ان کے قیدیوں سے خوں بہا نہیں لینا چاہیے"۔(۱)

۲۔ ہجرت کے دوسرے سال جب نماز فرض ہوئی تو رسول اللہؐ نے بیت المقدس کا رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کی۔ عمر فاروقؓ کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ مسلمان یہودیوں کے مقدس مقام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ ناگواری کی مزید وجہ یہ تھی کہ یثرب کے یہودی رسول اللہؐ کے اس فعل کو اپنے مذہب کی عظمت کا نشان سمجھ کر گھمنڈ کرنے لگے تھے۔ عمر فاروقؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ اگر آپ بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ کا رخ کر کے نماز پڑھیں تو زیادہ بہتر ہے۔ رسول اللہؐ نے تجویز مان لی اور یہ آیت نازل ہوئی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰہٖمَ مُصَلًّی مقامِ ابراہیم کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرو"۔(۲)

۳۔ ہجرت کر کے رسول اللہؐ مدینہ آئے تو وہاں اوس و خزرج قبیلوں کا سب سے بڑا شیخ اور لیڈر عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ اوس و خزرج کے ساتھ اس کو بھی مسلمان ہونا پڑا لیکن اس کو نہ تو رسول اللہؐ کا مدینہ آنا اچھا لگا اور نہ وہ سچے دل سے اسلام لایا۔ رسول اللہؐ اس کی وفاداری اور تعاون حاصل کرنے کے لیے اس کی تالیف قلب کرتے لیکن وہ کنّی کترا رہتا اور تعاون نہ کرتا۔ بہت جلد وہ مدینہ کے منافقوں کا سرگروہ ہو گیا۔ اس کا انتقال ہوا تو رسول اللہؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانا چاہی اور جب وہ اس نیت سے اس کی میت کے آگے بڑھے تو عمر فاروقؓ ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور بولے: آپ اس منافق کی نماز پڑھانا چاہتے ہیں! اور لگے عبداللہ

---

(۱) تاریخ عمر بن خطاب ابن جوزی ص ۱۴، و تاریخ الکامل ابن اثیر مصر ۲/ ۵۱ (۲) کنز العمال ۶/ ۳۲۸

کی بدعنوانیاں گنانے۔ عمر فاروقؓ بہت پیچھے پڑے تو رسول اللہؐ نے کہا؛ عمر ہٹ جاؤ۔ خدا نے مجھے اختیار دیا ہے اور اس اختیار کے مطابق میں عمل کر رہا ہوں۔ خدا نے مجھے کہا ہے: منافقوں کے لیے استغفار کرو تب اور نہ کرو تب بہر حال اس سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر تم ستر دفعہ بھی ان کے لیے استغفار کرو تب بھی خدا ان کو معاف نہیں کرے گا۔ تستغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے ان کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی تو میں ستر بار سے زیادہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا" رسول اللہؐ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر عبداللہ کی قبر کو مٹی دی اور لوٹ آئے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد یہ آیت نازل ہوئی: ولا تصل على أحد منهم أبدا "کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔"

۲۔ عربوں میں پردہ کا رواج نہ تھا۔ مردوں کی طرح عورتیں باہر نکلتی تھیں اور کام کاج کرتی تھیں۔ مکہ مدینہ میں ڈولیاں تھیں نہ پالکیاں۔ نہ گاڑی نہ ٹھیلہ۔ ہجرت کے چند سال بعد عمر فاروقؓ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور بولے: میں چاہتا ہوں کہ آپؐ اپنی بیویوں کو پردہ میں رکھیں کیونکہ اچھے برے ہر قسم کے آدمی ان کے پاس آتے ہیں۔ ضربت على النساء الحجاب فانه يدخل عليهن البر والفاجر رسول اللہؐ کو اپنی بیویوں پر اعتماد تھا اس لیے انہوں نے پردہ کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس کے علاوہ پردہ پر عمل کرنا مشکل بھی تھا کیونکہ بیویوں کے کنبہ والے اور سہیلیاں شہر میں تھیں جن کے پاس آنا جانا لگا رہتا تھا اور اگر ان کو پردہ کرایا جاتا تو اس سے میل ملاقات میں رکاوٹ پڑتی جس کے لیے بیویاں آسانی سے تیار نہ ہوتیں۔ رسول اللہؐ نے کوئی مناسب جواب دے کر اس وقت عمر فاروقؓ کو خاموش کر دیا۔ لیکن عمر فاروقؓ نے رسول اللہ کی توجہ پھر کئی بار پردہ کی طرف مبذول کی اور آخر کار ان کو ہموار کر ہی لیا۔ پہلے یہ آیت نازل ہوئی: اذا سألتموهن شيئا فسئلوهن من وراء حجاب "تم کو رسول اللہؐ کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو

---

(۱) شرح البخاری قسطلانی مصر ۳/ ۳۸۳ و تاریخ عمر بن خطاب از جوزی ص ۲۸

پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ اس کے بعد وہ آیت نازل ہوئی جس میں ازواج مطہرات کو گھر سے نکلنے کی ممانعت کر دی گئی۔(1)

ہمارے مورخوں نے ایسے متعدد واقعات بیان کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے، کہ عمر فاروقؓ سے عورتیں ڈرتی اور گھبراتی تھیں۔ یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ چند قریشی عورتیں رسول اللہؐ کے پاس کسی ضرورت سے آئی ہوئی تھیں اور کافی اونچی آواز سے اپنے مطالبات پیش کر رہی تھیں۔ اتنے میں عمر فاروقؓ دروازہ پر آ گئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ادھر رسول اللہؐ نے ان کو اندر بلایا ادھر وہ عورتیں چھپ گئیں۔ یہ دیکھ کر رسول اللہؐ مسکرانے لگے۔ عمر فاروقؓ نے پوچھا کیا بات ہے تو انھوں نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب ہو رہا ہے کہ تمہاری آواز سنتے ہی چھپ گئیں۔ عمر فاروقؓ: ان کو ڈرنا آپؐ سے چاہیے تھا رسول اللہؐ۔" یہ کہہ کر وہ اس جگہ گئے جہاں عورتیں چھپی ہوئی تھیں اور بولے: اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو رسول اللہؐ سے نہیں ڈرتیں!" وہ بولیں: ہاں ہم تم سے ڈرتی ہیں، تم سخت اور بدمزاج ہو۔ قلن نعم أنت أفظ و اغلظ من رسول الله رسول اللہؐ نے عمر فاروقؓ کی دلجوئی کے لیے کہا: ابن خطاب جس راستہ پر تم ہو گے اس پر شیطان نہیں آسکتا۔"(2)

۲۔ رسول اللہ شام سے لوٹ کر مدینہ آئے تو ایک حبشی کنیز ان کے پاس آئی اور بولی: یہ رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ جب آپؐ خیریت سے لوٹیں گے تو میں آپؐ کے سامنے ڈھول بجاؤں گی۔ رسول اللہ: اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجالو ورنہ نہیں۔ رسول اللہؐ بیٹھ گئے اور کنیز ڈھول بجانے لگی۔ ذرا دیر میں ابوبکر صدیقؓ بھی آ گئے۔ کنیز ڈھول بجاتی رہی۔ پھر عمر فاروقؓ آئے۔ ان کو دیکھتے ہی کنیز نے ڈھول بند کر دیا اور اس پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔(3)

---

(1) کنز العمال ۶/۳۲۸ و تاریخ عمر بن خطاب ابن جوزی ص ۱۴۱ (2) کنز العمال ۶/۳۴۰

(3) ایضاً ۶/۳۳۷

عمر فاروقؓ کا اجتہاد ابوبکرؓ کے عہد میں

ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ سے سترہ اٹھارہ برس بڑے تھے۔ رسول اللہؐ کی طرح وہ بھی عمر فاروقؓ کے جوش، خلوص، بیباکی اور کردار کے قدردان تھے اور انہی کی طرح عمر فاروقؓ کے مشورہ کا احترام کرتے تھے۔ نبوت کے پانچویں سال سے لیکر اپنی موت تک یعنی کوئی بائیس برس ان کو عمر فاروقؓ سے ایسی ہی قربت رہی جیسے ایک ہاتھ کو دوسرے سے ہوتی ہے۔ اس قربت کو اس رشتہ مواخاۃ نے اور زیادہ گہرا اور پختہ کر دیا تھا جس کے ذریعہ سے رسول اللہؐ نے دونوں کو ایک دوسرے کا مجازی بھائی بنا دیا تھا۔ خلیفہ ہو کر ابوبکر صدیقؓ نے عمر فاروقؓ کو اپنا دستِ راست بنا لیا اور اس طاقتور ہاتھ کی مدد سے ڈیڑھ دو برس میں ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی بغاوت فرو کر کے اسلام کی جڑیں مضبوط کر دیں۔ ابوبکر صدیقؓ کے سوا دو سالہ دورِ خلافت میں خطرات، واقعات اور حوادث کا اژدحام رہا۔ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے انہوں نے جو قدم اٹھائے اور جو فیصلے کیے وہ عمر فاروقؓ کے مشورہ اور تعاون کے مرہون تھے۔ لیکن کبھی کبھی دونوں کی رائے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوئی۔ یہاں ہم ایسی چند مثالیں پیش کریں گے جن میں اجتہادِ فاروقؓ اجتہادِ صدیقؓ سے متصادم تھا۔

۱۔ رسول اللہؐ کا انتقال ہوتے ہی ملک عرب میں ہر طرف بغاوت کی گھٹائیں اٹھنے لگیں۔ رسول اللہؐ کے نمائندے بستی بستی، گاؤں گاؤں سے بھاگ کر مدینہ آ گئے۔ بغاوت کے علاوہ دو خطرناک دشمن بھی مدینہ کی طرف غرا رہے تھے۔ شمالی نجد میں مُسیلمہ اور مغربی نجد میں طُلیحہ اسدی۔ یہ دونوں نبی بن بیٹھے تھے اور اپنی طاقت خوب بڑھالی تھی۔ طلیحہ نے آس پاس کے قبیلوں کو اپنے ساتھ متحد کر لیا تھا اور مدینہ پر حملہ کے منصوبے تیار کر چکا تھا۔ عربوں کی بغاوت کے یوں تو کئی سبب تھے لیکن ایک خاص سبب زکاۃ تھا جس کی ادائیگی ان پر بہت شاق تھی۔ مدینہ کے شمال اور شمال مغرب میں کئی طاقتور قبیلے آباد تھے جو طلیحہ کے اتحاد میں داخل ہو گئے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو ان قبائل کا ایک وفد مدینہ آیا اور ممتاز

صحابہ سے مل کر اس نے کہا کہ اگر آپ زکاۃ معاف کر دیں تو ہم اور ہمارے ہم قوم اسلام پر قائم رہنے کو تیار ہیں ورنہ ہم آپ سے لڑیں گے۔ عمر فاروقؓ نے حالات کی نزاکت دیکھ کر ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ بغاوت فرو ہونے تک زکاۃ پر اصرار نہ کریں۔ اور وفد کا مطالبہ مان لیں۔ دوسرے صحابہ بھی عمر فاروقؓ کے ہم نوا تھے لیکن ابوبکر صدیقؓ نے عمر فاروقؓ کا مشورہ نہیں مانا اور کہا: جب رسول اللہؐ نے زکاۃ معاف نہیں کی تو میں کیسے کر سکتا ہوں۔ بخدا اگر انہوں نے زکاۃ کے اونٹ کا بندھن تک روکا تو میں ان سے لڑوں گا۔"(۱)

۲۔ مالک بن نویرہ نجد کے صحت بخش علاقہ کا ایک معزز عرب اور رسول اللہؐ کی طرف سے اپنے قبیلے کا محصل زکاۃ تھا۔ رسول اللہؐ کی وفات پر جب عربوں نے بغاوت کی تو بہت سے دوسرے قبیلوں کی طرح مالک کے قبیلہ نے بھی زکاۃ روک لی۔ ابوبکر صدیقؓ نے باغیوں کی گوشمالی کے لیے فوجیں بھیجیں تو ایک فوج خالدؓ بن ولید کی قیادت میں مغربی اور شمالی نجد بھیجی۔ خالدؓ، طلیحہ اور اس کے حلیفوں کا قصہ پاک کر کے مالک کے علاقہ میں پہنچے۔ مالک نے کہا کہ میرے ہم قوم زکاۃ سے بددل ہیں، انہوں نے اسلام ترک نہیں کیا ہے۔ گفتگو کے دوران میں مالک کی زبان سے ایک دو کلمے ایسے نکلے جن سے رسول اللہؐ اور ابوبکر صدیقؓ سے عدم احترام کی بو آتی تھی۔ خالدؓ نے مالک کو قتل کرا دیا۔ خالدؓ کے اس فعل سے بعض صحابہ ناراض ہوئے اور مدینہ جا کر ابوبکر صدیقؓ سے شکایت کی کہ خالدؓ نے مالک کو ناحق قتل کر دیا۔ عمر فاروقؓ نے ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ خالدؓ کو معزول کر کے سزا دیں لیکن انہوں نے یہ مشورہ نہ مانا اور کہا کہ خالدؓ سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے اس لیے نہ سزا کا موقع ہے نہ معزولی کا۔ انہوں نے مالک کا خون بہا ادا کر دیا۔ عمر فاروقؓ خاموش ہو گئے لیکن انہوں نے خالدؓ کو معاف نہیں کیا۔"(۲)

۳۔ بحرین میں بغاوت فرو کرنے کے بعد وہاں کے گورنر علاء بن حضرمی نے ابوبکر صدیقؓ

---

(۱) تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری، مصر پہلا ایڈیشن ۳/ ۲۲۲-۲۲۳ (۲) ایضاً ۳/ ۲۴۳

کے پاس قبیلۂ عبدالقیس کے چودہ اکابر کا ایک وفد بھیجا۔ یہ لوگ طلحہ بن عبیداللہؓ اور زبیر بن عوامؓ کے گھر ٹھہرے اور ان کو بتایا کہ ہم رسول اللہؐ کی دعوت پر بطیب خاطر مسلمان ہو گئے تھے اور بغاوت کا بھی ہم نے بڑے جوش سے مقابلہ کیا تھا۔ پھر یہ لوگ ابوبکر صدیقؓ سے ملے اور ان پر اپنی وفاداری کا اظہار کر کے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ آپ بحرین کی فلاں فلاں اراضی ہمیں دلوا دیں۔" ابوبکر صدیقؓ پہلے تو اس کے لیے تیار نہ ہوئے لیکن جب طلحہؓ اور زبیرؓ نے سفارش کی تو راضی ہو گئے اور کہا: حاضرین گواہ رہنا میں نے ان کی اسلام دوستی کی قدر کرتے ہوئے ان کے سارے مطالبے منظور کر لیے ہیں۔" وفد ابوبکر صدیقؓ کے پاس سے لوٹا تو طلحہ بن عبیداللہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ کے بعد لامحالہ عمرؓ خلیفہ ہوں گے اس لیے آپ لوگ خلیفہ سے اراضی وغیرہ کے لیے ایک دستاویز لکھوا لیجیے اور اس کی عمرؓ سے بھی توثیق کرا لیجیے۔ تاکہ آئندہ ان کو اعتراض کا موقع نہ رہے۔ وفد کی درخواست پر ابوبکر صدیقؓ نے دستاویز لکھ دی۔ اور اس کی قریش و انصار کے دس آدمیوں نے تصدیق کر دی۔ ارکانِ وفد اب عمر فاروقؓ کے پاس گئے اور ان سے دستاویز کی توثیق کو کہا۔ عمر فاروقؓ نے دستاویز لے کر اس پر لگی مہر خلافت توڑ دی۔ پھر تھوک لگا کر اس کی تحریر مٹا دی۔ ارکانِ وفد غصہ میں بھرے ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور سارا ماجرا لہ سنایا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ بھی آ گئے اور اندازِ برہمی سے کہا: آپ یہ بتایے خلیفہ کون ہے آپ یا عمرؓ؟ ابوبکر صدیقؓ: کیا ہوا؟ طلحہؓ: عمرؓ نے دستاویز پر لگی مہر توڑ دی، پھر تھوک سے الفاظ مٹا دیے۔" ابوبکر صدیقؓ: اگر عمرؓ کو دستاویز کی کوئی بات بری لگی ہے تو میں نہیں کروں گا۔" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عمر فاروقؓ آ گئے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ان سے پوچھا: دستاویز میں کیا بات تم کو ناپسند ہے؟ عمر فاروقؓ: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ آپ بڑے لوگوں کو دیں اور عوام کو نہ دیں۔ آپ کا طرزِ عمل سب کے ساتھ ایک سا ہونا چاہیے۔ آپ پرانے مسلمانوں اور بدری مجاہدوں کو داد و دہش کے معاملہ میں کسی پر ترجیح دینے کو تیار نہیں لیکن آپ ان لوگوں کو بیس ہزار درہم (دس ہزار روپے) مالیت کی زمین مفت دے رہے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ:

توفیقِ ایزدی تمہارے شاملِ حال رہے۔ تمہاری رائے درست ہے۔" (الاکتفاء قلمی دار الکتب قاہرہ ج ۲ ص ۲۷)

۴۔ عمان کے بڑے شہر دَبا کے ازدی عرب رسول اللہؐ کے عہد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رسول اللہؐ نے ان کے ایک معزز آدمی کو جس کا نام حذیفہ تھا دَبا میں محصل زکاۃ مقرر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ زکاۃ امیروں سے لے کر غریبوں پر تقسیم کریں۔ حذیفہ نے ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ غریبوں اور ناداروں کو دینے کے بعد جو زکاۃ بچتی وہ مدینہ بھیج دیتے۔ رسول اللہؐ کی وفات پر اہلِ دَبا نے زکاۃ روک لی اور باغی ہو گئے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ان کی سرکوبی کے لیے ایک فوج بھیجی۔ بغاوت کے سرغنہ لقیط کے دستوں سے کئی ابتدائی جھڑپیں ہوئیں جن میں مسلمان غالب رہے۔ پھر لقیط دَبا میں محصور ہو گیا۔ تین چار ہفتے محصور رہنے کے بعد لقیط نے خوراک، پانی اور چارہ کی کمی سے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ محاصر فوج کے کمانڈر نے کہا کہ تم سے اس شرط پر صلح کی جا سکتی ہے کہ تم ہتھیار ڈال دو اور ہم جیسا مناسب سمجھیں تمہارے ساتھ سلوک کریں۔ لقیط نے شرط مان لی۔ حصار اٹھا تو اس کی فوج کے سو اکابر کو قتل کر دیا گیا اور تین سو بالغ مردوں اور چار سو عورتوں بچوں کو قید کر کے مدینہ بھیج دیا گیا۔ ابوبکر صدیقؓ کی رائے تھی کہ بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ عمر فاروقؓ اس رائے کے خلاف تھے۔ ان کی دلیل تھی کہ یہ مسلمان ہیں۔ انہوں نے روپیہ کی مامتا میں زکاۃ روک لی تھی۔ جس کی کافی سزا ان کو مل چکی۔ قیدی بھی کہتے: بخدا ہم نے اسلام نہیں چھوڑا۔ ہم صرف زکاۃ سے بچنا چاہتے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کی دلیل ہمیں نہیں معلوم۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ ان کی قتل پر اصرار کی کوئی زوردار وجہ ضرور ہو گی کیونکہ ان کی زندگی سے جس حد تک ہم واقف ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تشدد پر نرمی اور انتقام پر عفو کو ترجیح دیتے تھے۔ بہر حال نقطۂ نظر کے اس اختلاف کی وجہ سے قیدیوں کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہ آ سکی۔ اور یہ لوگ ابوبکر صدیقؓ کی وفات تک نظر بند رہے۔ عمر فاروقؓ نے خلیفہ ہوتے ہی قیدیوں کو بلایا اور کہا: میری رائے شروع ہی سے تم کو معلوم ہے۔ اب میں خلیفہ ہو گیا ہوں۔ تم آزاد ہو جہاں دل چاہے

چلے جاؤ۔" قیدی بصرہ جاکر آباد ہوگئے۔[1]

۵۔ ابوبکر صدیق رضؓ کی وفات سے چند ماہ پہلے ان کی فوجوں نے شام کا شرقی و جنوبی سرحدی علاقہ فتح کرلیا تھا۔ اس فتح سے شام میں ہلچل مچ گئی۔ قیصر روم ہرقل نے جو شام کا بادشاہ بھی تھا بڑے پیمانہ پر جنگی تیاری شروع کردی۔ شام کے علاوہ اس نے آرمینیا۔ ترکی۔ ایشیائے کوچک وغیرہ سے بھی فوجیں اور ہتھیار فراہم کیے۔ قیصر کی تیاری اور اس کی فوج کی تعداد کے بارے میں ایسی مبالغہ آمیز خبریں مشہور ہوئیں کہ مسلمان گھبرا گئے۔ عرب فوجوں کے کمانڈر انچیف صحابی ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے۔ وہ اس وقت دمشق کی جنوبی عملداری میں خیمہ زن تھے۔ ان کے علاوہ کئی دوسرے کمانڈر اُردن اور جنوبی فلسطین میں مصروف پیکار تھے۔ ابوعبیدہؓ اور دوسرے کمانڈروں نے ابوبکر صدیقؓ کو قیصر کے عنقریب ہونے والے حملہ سے مطلع کیا۔ اور لکھا کہ "والنفس المسلمین لیتہ یقنالھم مسلمان اتنی بڑی فوج سے لڑتے گھبرا رہے ہیں"۔ ابوبکر صدیقؓ نے فوری اقدامات کیے اور کئی ہزار مزید فوج بھیجی جس سے مسلمانوں کی تعداد بیس بائیس ہزار ہوگئی۔ اس کے باوجود مسلمانوں کے حوصلے پست تھے۔ قیصر کی فوج ڈیڑھ لاکھ بتائی جارہی تھی۔ ان حالات میں ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کو جو عراق کے محاذ پر تھے شامی فوجوں کا سپہ سالار بنانے کا فیصلہ کیا۔ عمر فاروقؓ نے اس فیصلہ کی مخالفت کی۔ ان کو یہ بات ناگوار تھی کہ پرانے اور ابتدائی آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے والے مجاہد ابوعبیدہ بن جراحؓ کو سپہ سالاری سے معزول کرکے نومسلم خالدؓ کو یہ عہدہ دیا جائے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کرکے عمر فاروقؓ کو ناراض کردیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی ناخوشی کے ہمارے مورخوں نے اور اسباب بھی بیان کیے ہیں جن میں بعض شخصی ہیں۔ عمر فاروقؓ کا احتجاج ابوبکر صدیقؓ کو ان کے موقف سے نہ ہٹا سکا۔ ان کے سامنے نئے یا پرانے

---

(۱) الکتفار قلمی از ابوسلیمان ربیع کلاعی بلنسی، دارالکتب قاہرہ ص ۲۶۷

مسلمان کا مسئلہ نہ تھا بلکہ مسئلہ یہ تھا کہ غنیم شام کے مقابلہ میں مسلمانوں کی قیادت کون بہتر کرسکتا ہے۔ خالدؓ کا فوجی ریکارڈ بڑا روشن تھا۔ ان کا جھنڈا ہمیشہ اونچا رہا تھا۔ وہ دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کو خاطر میں نہ لاتے تھے"۔[1]

عمر فاروقؓ کا اجتہاد اپنے دورِ خلافت میں

خلافت کے وقت عمر فاروقؓ کی عمر لگ بھگ پینتالیس سال تھی۔ اگرچہ بیرونی ممالک میں جنگی کارروائی، فتوحات اور نت نئے مسائل کی وجہ سے سرکاری کام کا بار بہت تھا لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے ان کے ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت میں ان کا کوئی ایسا مشیر نہ تھا جیسا کہ وہ ابوبکر صدیقؓ کے تھے یا ابوبکر صدیقؓ اور وہ خود رسول اللہؐ کے۔ خاص خاص موقعوں پر وہ عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، زید بن ثابتؓ اور نوعمر لیکن نہایت سمجھدار عبداللہ بن عباسؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کا کوئی دستِ راست تھا نہ وزیر۔ وہ اکثر اپنے اجتہاد سے فیصلے کرتے تھے اور ان کے اجتہاد پر جیسا کہ پہلے ہم نے عرض کیا خلوص، جوش، اور بے باکی کی چھاپ ہوئی تھی۔ یہاں ہم ان کے اجتہاد کی چند مثالیں ان تین عنوانات کے تحت بیان کریں گے:

۱۔ اجتہادِ عمر فاروقؓ عملِ رسول اللہؐ سے مختلف

۲۔ اجتہادِ عمر فاروقؓ عملِ ابوبکر صدیقؓ سے مختلف

۳۔ اجتہادِ عمر فاروقؓ نصِ قرآن سے مختلف

اجتہادِ عمر فاروقؓ عملِ رسول اللہؐ سے مختلف

۱۔ رسول اللہؐ کا صاع یعنی وہ پیمانہ جس سے وہ زکاۃ فطر وغیرہ ادا کرتے تھے ۵ ۱/۳ پونڈ کے بقدر تھا لیکن عمر فاروقؓ نے اس کو بڑھا کر آٹھ پونڈ کر دیا۔[2]

---

(۱) فتوح الشام ابو اسماعیل ازدی بصری کلکتہ ص ۴۷
(۲) کتاب الخراج یحییٰ بن آدم قرشی مصر ص ۱۴۱ و مصباح المنیر فیومی نولکشور کانپور ص ۲۱۰ و احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم مقدسی لائڈن ص ۹۸

۲۔ رسول اللہؐ شراب پینے والے کو جسمانی سزا نہ دیتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ سزا دیتے تھے لیکن یہ دو چار جوتوں، گھونسوں اور تھپڑوں سے زیادہ نہ ہوتی تھی لیکن عمر فاروقؓ نے شراب خور کے لیے اسّی کوڑوں کی سزا مقرر کی۔[1]

۳۔ رسول اللہؐ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز با جماعت نہ پڑھتے تھے۔ لیکن عمر فاروقؓ نے بیس رکعت نماز با جماعت پڑھی اور اس کو سب مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دیا۔[2]

۴۔ رسول اللہؐ مقتول دشمن کے کپڑے ہتھیار وغیرہ اس کے قاتل کو دیدیا کرتے تھے۔ یعنی مقتول کے جسم پر جو چیزیں ہوتیں ان سے سرکاری حصہ (خمس) نہیں لیا جاتا تھا۔ لیکن عمر فاروقؓ نے خمس وصول کیا۔ صحابی براء بن مالکؓ نے میدانِ جنگ میں ایک فارسی گورنر سے جو نہایت قیمتی وردی پہنے تھا ٹکرلی اور نیزہ مار کر اس کو پچھاڑ دیا، اس کے ہاتھوں میں دو بیش قیمت جڑاؤ کڑے (فوجی نشان) تھے۔ سر پر جڑاؤ خود اور کمر پر جواہرات سے مرصع پٹکا۔ عمر فاروقؓ کو اس قیمتی سامان کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس کا خمس وصول کر لیا۔[3]

۵۔ رسول اللہؐ ان قبائلی اکابر کی جو حالات سے مجبور ہو کر مسلمان ہو گئے تھے لیکن دل سے اسلام کے معتقد تھے اور نہ رسول اللہؐ کی نبوت کے قائل، تالیفِ قلب کے لیے مالی عطیے دیا کرتے تھے۔ اس مناسبت سے ان کا نام مؤلفۃ القلوب پڑ گیا تھا۔ اس وقت کے حالات میں ان کے تعاون اور وفاداری کو اتنی اہمیت تھی کہ قرآن نے زکاۃ میں ان کا ایک مستقل حصہ مقرر کر دیا۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمولفۃ قلوبھم۔ جب اسلام کی جڑ مضبوط ہو گئی اور دشمن دوست ہو گئے تو عمر فاروقؓ نے مؤلفۃ القلوب کا

---

(۱) تجرید صحیح بخاری مصر ۲/۴/۱۹ وسنن کبریٰ بیہقی حیدر آباد دہند ۸/۳۱۸-۳۲ (۲) تاریخ کامل ابن اثیر مصر ۲/۲۲ وشرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید ۳/۱۷۸

(۳) کتاب الاموال قاسم بن سلام مصر ص ۳۱۳

حصہ بند کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا: خدا کے فضل سے اب اسلام اتنا مستحکم ہو گیا ہے کہ تمہاری مدد سے بے نیاز ہے۔ اگر تم اسلام پر قائم رہو گے تو خیر ورنہ تلوار سے تمہاری خبر لی جائے گی۔"(۱)

۶۔ رسول اللہؐ حکم قرآنی کے بموجب "خمس" کا ایک حصہ ذوی القربیٰ کو دیا کرتے تھے۔ عمر فاروقؓ نے یہ حصہ بند کر دیا اور خمس کی آمدنی صرف ان ذوی القربیٰ پر صرف کرتے جو نادار، کثیر الاولاد، یتیم، بیوہ یا لاوارث ہوتے۔"(۲)

۷۔ ہجرت کے ساتویں سال رسول اللہؐ نے غربی نجد میں خیبر کے یہود کو شکست دی اور ان کے نخلستانوں کو اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا۔ مفتوحہ علاقہ کے پانچ حصے کیے گئے۔ ان میں سے چار ان لوگوں پر تقسیم کیے گئے جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا۔ پانچواں رسول اللہؐ نے اپنے خرچ نیز پانچ دوسری مدوں کے لیے لے لیا۔ یہ تقسیم اس قرآنی آیت کے مطابق تھی: واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل عمر فاروقؓ کے عہد میں نئے نئے ملک فتح ہوئے تو انہوں نے رسول اللہؐ کے طریق کار اور اس آیت پر عمل نہیں کیا بلکہ مفتوحہ اراضی ان لوگوں کے پاس چھوڑ دی جو اس کی کاشت اور دیکھ بھال کرتے تھے اور ان سے لگان اور جزیہ وصول کیا۔ ان کے اس فعل پر لوگوں نے اعتراض کیا اور قرآن کی مذکورہ آیت نیز خیبر میں رسول اللہؐ کے طریق کار کو بطور دلیل پیش کیا۔ عمر فاروقؓ کی رائے تھی کہ اگر مفتوحہ ممالک فوج میں تقسیم کر دیے گئے تو اس سے شدید اقتصادی ناہمواری پیدا ہو جائے گی۔ یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مفتوحہ ممالک کی ساری دولت اور وسائل سمٹ کر پچاس ساٹھ ہزار فاتحین کے گھروں میں آ جائے گی اور مسلمانوں کا سوادِ اعظم فقر و فاقہ میں مبتلا رہے گا اور آنے والی نسلیں بھی ہمیشہ غربت و ذلت کا شکار رہیں گی۔ اس کے علاوہ ان کو اندیشہ تھا کہ

---

(۱)، (۲) کتاب الاموال قاسم بن سلام ص ۳۲۵ و کتاب الخراج ابو یوسف مصر ص ۱۲ و سنن کبریٰ بیہقی ۶/ ۳۴۴-۳۴۵

اتنی زیادہ دولت پاکر فوج میں تن آسانی پیدا ہو جائے گی اور وہ تعمیری کاموں کی بجائے باہم جنگ پیکار میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ مفتوحہ ممالک کی تقسیم میں بہت سی عملی دشواریاں بھی تھیں۔ مثلاً ایک دشواری یہ تھی کہ ندیوں کے پانی، پہاڑوں، جھیلوں، زیرآب اراضی اور جنگلوں کی مساوی تقسیم کیسے ہو۔ اس لیے مصلحت کا تقاضا تھا کہ ساری اراضی وقف علی المسلمین کر دی جائے۔

۸۔ ۸ھ میں رسول اللہؐ نے علاء بن حضرمی کو بحرین کے بڑے شہر ہجر کے گورنر اور عرب رئیس منذر بن ساوی کے پاس دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا تھا۔ منذر قبیلۂ عبدالقیس کا لیڈر تھا جو ہجر کے آس پاس آباد تھا۔ منذر اور اس کا قبیلہ مسلمان ہو گیا لیکن ہجر کے فارسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے جو زیادہ تر تجارت اور زراعت پیشہ تھے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا اور جزیہ کے لیے راضی ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے ان پر جزیہ لگا دیا۔ جزیہ کی شرح ایک دینار یا لگ بھگ پانچ روپے سالانہ تھی اور یہ صرف بالغ مردوں اور عورتوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ عمر فاروقؓ کی خلافت میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو انہوں نے جزیہ کا ایک نیا ضابطہ بنایا جس کی رو سے جزیہ صرف بالغ مردوں سے یعنی جو لڑنے کے قابل ہوتے وصول کیا جاتا۔ عورتیں، بچے، اپاہج، بوڑھے اور عبادت گاہوں کے راہب وغیرہ اس سے مستثنیٰ تھے۔ رسول اللہؐ نے صرف نابالغوں کو مستثنیٰ کیا تھا۔ عمر فاروقؓ کے جزیہ کی شرح بھی رسول اللہؐ کی شرح سے مختلف تھی۔ عمر فاروقؓ نے خوش حال لوگوں سے لگ بھگ پچیس روپے، متوسط درجہ سے بارہ ساڑھے بارہ روپے اور کم آمدنی والوں سے چھ سوا چھ روپے وصول کیے۔[۱]

اجتہادِ عمر فاروقؓ عملِ ابوبکر صدیقؓ سے مختلف

ابوبکر صدیقؓ کے پاس جب مالِ غنیمت یا مالِ لگان آتا تو وہ بلا کسی امتیاز کے بچہ ہوتا یا بڑا، امیر ہوتا یا غریب، غلام ہوتا یا آزاد سب کو برابر برابر بانٹ دیتے۔ بعض لوگوں نے اس مساوی

---

(۱) کتاب الاموال قاسم بن سلام ص ۲۱۰ و فتوح البلدان بلاذری مصر ص ۸۶

تقسیم پر اعتراض کیا اور کہا کہ ان لوگوں کو زیادہ ملنا چاہیے جو پرانے مسلمان ہیں اور جنہوں نے اسلام کے لیے مصیبتیں جھیلی ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ ایسے لوگوں کی خدمات کا انعام خدا دے گا۔ میری رائے میں رزق اور روپے پیسہ کے معاملہ میں کسی کو کسی پر ترجیح دینا مناسب نہیں ہے۔ عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ایک طرف سرکاری آمدنی سے غلاموں کا حصہ ساقط کر دیا اور دوسری طرف مساوات کا اصول توڑ دیا۔ انہوں نے تقسیم کی بنیاد خدمت اور قربانی پر قائم کی یعنی اسلام کے پرانے خادموں کو زیادہ دیا اور نئے خادموں کو کم۔ ردّہ بغاوت ختم ہونے کے بعد ابوبکر صدیقؓ کے پاس ایک دوبار ہی غنیمت وغیرہ کا روپیہ آیا اور انہوں نے بے تاخیر اس کو تقسیم کرا دیا۔ عمر فاروقؓ کے زمانہ میں عراق، شام، وغیرہ فتح ہوئے تو مال غنیمت کے علاوہ ہر سال خراج اور جزیہ کی لگی بندھی رقم آنے لگی۔ اس لیے انہوں نے تقسیم کا پرانا طریقہ بند کر دیا اور سالانہ تنخواہیں مقرر کیں۔ تنخواہوں کے کئی گریڈ تھے۔ سب سے بڑا گریڈ ڈھائی ہزار روپے سالانہ کا تھا اور یہ اُن لوگوں کو دیا جاتا جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ رسول اللہؐ کے بعد چونکہ ان کی بیویاں بے سہارا رہ گئی تھیں اس لیے عمر فاروقؓ نے ان کو چھ ہزار روپے سالانہ کا خاص گریڈ دیا جو ان کے سالانہ خرچ کے لیے کافی تھا۔(۱)

اجتہاد عمر فاروقؓ مخالفِ نصِ قرآن

۱۔ ایک قریشی عرب اور صحابی حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے کسی عرب کا ایک اونٹ چرا لیا اور اس کو ذبح کر کے کھا پی گئے۔ چوری کی شکایت عمر فاروقؓ سے کی گئی۔ انہوں نے غلاموں کو طلب کیا۔ غلاموں نے چوری کا اعتراف کیا اور کہا ہمارا مالک ہم کو بھوکا رکھتا ہے اس لیے ہم چوری پر مجبور ہو گئے۔ عمر فاروقؓ نے غلاموں کا ہاتھ نہیں کاٹا جو قرآن کے مطابق چور کی سزا تھی بلکہ ان کے

---

(۱) کتاب الخراج ابویوسف ص ۴۲ و فتوح البلدان بلاذری ص ۴۵۴ و ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ دہلوی بریلی ۲/ ۱۲۶

مالک کو خوب ڈانٹا اور اس سے اونٹ کی قیمت ادا کرائی۔"(۱)

۲۔ عمر فاروق رضؓ نے مؤلفۃ القلوب کا حصہ ساقط کر دیا حالانکہ قرآن میں ہے:

انما الصدقات للفقراء، والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم۔

قال عمر۔ ان اللہ اعز الاسلام و اغنی عنکم فان ثبتم علیہ والا فبیننا وبینکم السیف۔

۳۔ عمر فاروق رضؓ نے بزور قوت مفتوحہ اراضی کو فوج پر تقسیم نہیں کیا حالانکہ قرآن میں ہے:

انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل، وما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (الانفال والحشر)

عمر فاروق رضؓ کے اجتہاد کی فہرست اتنی لمبی ہے کہ اس کا یہاں استقصا نہیں کیا جا سکتا اس لیے ہم متذکرہ بالا مثالوں ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمر فاروق رضؓ نے رسول اللہؐ اور ابوبکر صدیق رضؓ کے طریق کار سے اختلاف کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وقت اور مصلحتِ عامہ کا تقاضا تھا۔ عمر فاروق رضؓ زندگی کو جامد نہیں بلکہ متحرک اور منجمد نہیں بلکہ نامی خیال کرتے تھے۔ زندگی کے حالات بدلنے سے اجتہاد کا بدلنا بھی ضروری تھا۔ رسول اللہؐ نے ہر بالغ مرد اور عورت پر پانچ روپے سالانہ جزیہ لگایا تھا جو ۸ھ کے حالات میں مناسب تھا۔ ۲۰ھ میں حالات اتنے بدلے ہوئے تھے کہ جزیہ کی شرح اور حدود دونوں بدلنا ضروری ہو گیا۔ رسول اللہؐ کے زمانہ میں حالات ایسے تھے کہ بعض سرکش اور کج نظر قبائلی اکابر کی وفاداری حاصل کرنے کے لیے ان کے ساتھ خاص رعایت کی ضرورت تھی۔ چند سال بعد حالات اتنے بدل گئے کہ ان لوگوں کے ساتھ رعایت کی ضرورت نہ رہی اس لیے عمر فاروق رضؓ نے ان کا حصہ بند کر دیا۔ رسول اللہؐ نے مفادِ عامہ کو سامنے رکھ کر تراویح کی با جماعت نماز شروع کرائی اور چند دن بعد مفادِ عامہ ہی کی خاطر اس کو بند بھی کرا دیا۔ عمر فاروق رضؓ کے عہدِ خلافت میں حالات ایسے

---

(۱) فجر الاسلام احمد امین ۱/۲۹۲ بحوالہ اعلام الموقعین ابن القیم الجوزیہ۔

پیدا ہوئے کہ انہوں نے تراویح با جماعت کو مفادِ عامہ کے حق میں سمجھ کر اس کو پھر جاری کرا دیا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ عمر فاروقؓ نے نصِ قرآن کی مخالفت کیوں کی؟ جواب یہ ہے کہ عمر فاروقؓ قرآن کی روح پر عمل ضروری سمجھتے تھے اس کی متفرق آیتوں پر نہیں۔ ان کے سامنے واتبعوا احسن ما انزل علیکم کی مشعل تھی۔ ان کا خیال تھا جیسا کہ متعدد پرانے علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن کی ان مدنی آیتوں سے جو وقت کے مخصوص تقاضوں اور ضرورتوں میں عمل کے بعض مخصوص ضابطے لیکر اتری تھیں، تجاوز کرنا اور بدلتے ہوئے حالات اور تقاضوں میں نئے اجتہاد سے کام لینا جائز ہے۔

اس تمام جرأت اجتہاد کے باوجود عمر فاروقؓ کامیاب حاکم تھے ان کی مخالفت نہیں کی گئی اگر کی بھی گئی تو اس کی حیثیت صدائے صحرا سے زیادہ نہ تھی۔ ان کی کامیابی کے دو بنیادی سبب تھے:

۱۔ ان کی غیر معمولی دھاک جس کی تعمیر پچھلے بیس بائیس برس میں ان کے خلوص، جوش، بیباکی نیز رسول اللہؐ اور ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ان کے بے حد قریبی تعلقات سے ہوئی تھی۔

۲۔ ان کی خود فراموش خدمت، انہوں نے اپنے منصب سے اپنی ذات یا اپنے کنبہ والوں کو فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ اپنے عوام اور ناداروں کی حالت سدھارنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں اپنے آرام و آسائش کو قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنے لڑکوں کو کوئی عہدہ نہیں دیا۔ انہوں نے خود کم لیا اور دوسروں کو زیادہ دیا۔ انہوں نے اپنے مفاد کو عوام کے مفاد سے جوڑے رکھا اور اپنی زندگی میں تکلف یا نمائش پیدا نہ ہونے دی۔ ان کے دل میں خواص کا نہیں عوام کا درد تھا۔ ایک سال قحط پڑا تو انہوں نے گھی کھانا چھوڑ دیا کیونکہ عوام فاقہ کر رہے تھے۔